© rasailojaraid.com

ایمان وعقائد

مولانا ارشاد الحق اثری

# اسلامی عقیدہ کا اہم پہلو الوَلاء والبراء

وَلاء کے معنی بیان کرتے ہوئے امام راغبؒ نے فرمایا ہے کہ 'ولاء' کے اصل معنی ''دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ پھر یہ لفظ استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے، خواہ وہ قرب بلحاظ مکان ہو یا بلحاظِ نسب، یا بلحاظِ دین اور دوستی ونصرت کے ہو، یا بلحاظِ اعتقاد کے۔'' (المفردات،ص۵۵۵)

اسی سے لفظ 'ولی' ہے جس کی ضد 'عدوّ' (دشمن) ہے اور اسی سے 'الموالات' اور 'المواسات' ہے جس کے معنی میں تقرب، دوستی، تعاون، مدد، صلح، اور غم خواری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

وَلاء کے مقابلے میں بَراء ہے جس کے اصل معنی: کسی ناپسندیدہ اور مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا کے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے: براءتُ من المرض ''میں تندرست ہوگیا، میں نے بیماری سے نجات پائی۔'' اور یوں بھی کہا جاتا ہے: براءتُ من فلان یعنی ''میں فلاں سے بیزار ہوں۔'' گویا 'ولاء' میں موالات ہے اور 'براء' میں انقطاع اور بیزاری مراد ہے اور یہ دونوں حقیقۃً 'محبت' اور 'بُغض' کے تابع ہیں اور یہی دونوں ایمان کی بنیادی صفات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«من أحبّ لله وأبغض لله وأعطٰى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان»

''جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے نہ دیا تحقیق اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔'' (السلسلة الصحيحة:۳۸۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أوثق عرى الإيمان، الموالاة في الله والمعاداة في الله والحب في الله والبغض في الله» (الطبراني؛ السلسلة الصحيحة:۱۷۲۸)

© rasailojaraid.com

''ایمان کی بلندی یہ ہے کہ اللہ کے لیے دوستی ہو، اللہ کے لیے دشمنی ہو، اللہ کے لیے محبت ہو اور اللہ کے لیے بغض ہو۔''

اللہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ کے انبیاے کرام اوران کے اطاعت گزاروں سے محبت کی جائے اسی طرح اللہ اوراس کے انبیاے کرام کے دشمنوں سے دشمنی اورعداوت رکھی جائے اوران کے نافرمانوں سے علیٰ حسب الدرجات بغض رکھا جائے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

"على المؤمن أن يعادي في الله ويوالي في الله فإن كان هناك مؤمن فعليه أن يواليه، وإن ظلمه، فإن الظلم لايقطع الموالاة الإيمانية وإذا اجتمع في الرجل الواحد خير وشر وفجور، وطاعة ومعصية، وسنة وبدعة استحق من الموالاة والثواب بقدر ما فيه من الخير، واستحق من المعاداة والعقاب بحسب ما فيه من الشر" (مجموع الفتاویٰ:۲/۲۰۸،۲۰۹)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر مؤمنوں اور کافروں کے مابین موالات کی نفی کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (المائدۃ:۵۱)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔''

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔'' (النساء:۱۴۴)

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ﴾ [الممتحنة:۱]

''مؤمنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔''

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا اٰبَاءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوْا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (التوبہ:۲۳)

© rasailojaraid.com

''اے اہل ایمان! اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔''

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾

(المائدۃ:۵۷)

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو۔''

اس موضوع کی اور بھی آیاتِ مبارکہ ہیں مگر یہاں استیعاب مقصود نہیں۔ اس اہم حکم نافرمانی کے نتیجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ (الانفال:۷۳)

''اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد برپا ہوگا۔''

اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو 'اُسوۂ حسنہ' قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (المُمتحنة:۴)

''تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں۔ تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں خدا کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔''

© rasailojaraid.com

مگر ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا بھی باپ کی صرف زندگی میں کی کہ اسے ہدایت مل جائے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ (التوبہ:۱۱۴)

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے، لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل مزاج تھے۔''

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور تمام ایمانداروں کو مشرکین کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا سے روک دیا۔فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (التوبہ:۱۱۳)

''نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔''

کافر اور مسلم کے بارے نبیؐ نے میں فرمایا:

«لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم»

(سنن ابوداؤد:۲۹۰۹ اور شیخ البانیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے)

''مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔''

علی بن حسین کہتے ہیں کہ ''حضرت علیؓ اور جعفر طیارؓ نے اسی لئے عم رسول ابوطالب کی وراثت وصول کرنے سے انکار کر دیا اور ابوطالب کے وارث عقیل اور طالب ہی بنے تھے۔'' (موطأ:۱۴۷۰) کفار ومشرکین سے براءت کی بنا پر ہی ابو طالب کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے روک دیا گیا۔

بدر کے قیدیوں میں جن میں حضرت ابوبکر صدیق کا بیٹا عبدالرحمٰن بھی تھا، حضرت عمرؓ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا: يا رسول الله ﷺ! كذّبوك وأخرجوك، قاتلوك فاضرب أعناقهم (مختصر ابن کثیر،ص۴۲۹)

© rasailojaraid.co

''یارسول اللہ! اُنہوں نے آپ کو جھٹلایا، مکہ سے نکال دیا، آپ سے لڑائی کی، آپ انکی گردنیں اڑا دیں۔''

معصب بن عمیرؓ کا بھائی عبید بن عمیر قیدی ہوا تو انہوں نے کہا: اسے ذرا مضبوطی سے باندھو اس کی ماں بہت مالدار ہے۔ (قرطبی: ۴۸/۸)

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے بارے میں ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ فرما کر ان کے اس ولاء و براء کے عملی کردار کی تحسین فرمائی۔

جہاد بھی کفار سے براءت ہی کا اظہار ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا دشمن ہے، ہمارا اس کے خلاف علیٰ اعلانِ جنگ ہے:

قال معاوية: والله لئن لم تنته وترجع إلى بلادك يا لعين لأصطلحن أنا وابن عمي عليك ولأخرجنك من جميع بلادك

''سیدنا معاویہؓ نے (رومی بادشاہ کو جواب دیتے ہوئے) کہا: اے لعین! اگر تو باز نہ آیا اور اپنے ملک واپس نہ لوٹ گیا تو میں اور میرے چچا کا بیٹا (علیؓ) تیرے خلاف صلح کر لیں گے اور تجھے تیری ساری حکومت سے نکال دیں گے۔'' (البداية والنهاية: ۵۱۴/۸)

یہاں یہ بات پیشِ نگاہ رہے کہ ایک تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے منکر ہیں اور وہ غیر مسلم اور کافر ہیں۔ ان کے ساتھ موالات اور مواسات کی صراحتاً ممانعت ہے اور دوسرے وہ ہیں جنہیں ان کی کوتاہیوں کی بنا پر کافر قرار دیا جاتا ہے۔ یا ان کی بدعات وخرافات کی بنا پر اُنہیں کافر یا بدعتی کہا جاتا ہے اور پھر ان سے اسی اصول کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے۔

اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو آج کل فتنۂ تکفیر کی جو لہر چل نکلی ہے اور اس کے جو برگ و بار ہیں، وہ انتہائی خطرناک ہیں۔ مثلاً ﴿مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی وجہ سے مسلم حکمرانوں کے بارے میں فتویٰ کفر اور اسی بنا پر ان کے خلاف خروج اور فساد کا اِقدام۔ حالانکہ اس آیت کے بارے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

من جَحَد ما أنزل الله فقد كفر ومن أقرَّ به ولم يحكم به فهو ظالم فاسق''

(تفسیر ابن کثیر: ۸۵/۲،)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''جس شخص نے اللہ کی نازل کردہ شریعت کا انکار کردیا تحقیق اس نے کفر کیا اور جس نے اقرار کیا اور اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ ظالم فاسق ہے۔''

امام طاؤس، عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ

"ليس كفر ينقل عن الملة، ليس كمن يكفر بالله والملائكة وكتبه ورسله" (فتح القدیر:۵۸)

'' یہ ایسا کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے اور نہ ہی اس شخص کے کفر کی طرح ہے جس نے اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کا انکار کیا۔''

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ ہی سے ہے: "ليس بالكفر الذي تذهبون إليه"

'' یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی طرف تم چل نکلے ہو۔'' (فتح القدیر:۵۸)

اسی طرح کسی بدعت اور اس کے مرتکب پر کفر کا اطلاق بڑی احتیاط کا متقاضی ہے۔ اس کی کچھ شرائط اور ضوابط ہیں جو اپنی جگہ ایک مستقل عنوان ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ان مبتدعین کے بارے میں بلکہ سنت کا استخفاف کرنے والوں کے بارے میں سلف کا موقف کیا ہے اور ان پر موالات کا حکم کیا ہے؟ اس ضمن میں علامہ بغویؒ فرماتے ہیں:

قد أخبر النبي ﷺ عن افتراق هذه الأمة، وظهور الأهواء والبدع فيهم وحكم بالنجاة لمن اتبع سنته، وسنة أصحابه رضي الله عنهم، فعلى المرء المسلم إذا رأىٰ رجلاً يتعاطى شيئًا من الأهواء والبدع معتقدًا، أو يتهاون بشيء من السنن، أن يهجره ويتبرأ منه ويتركه حيًّا وميتًا، فلا يسلم عليه إذا لقيه، ولايجيبه إذا ابتدأ، إلى أن يترك بدعته ويراجع الحق" (شرح السنۃ:۲۲۴/۱)

بلکہ چند سطور بعد فرماتے ہیں:

"قد مضت الصحابة والتابعون وأتباعهم وعلماء السنة على هذا مجمعين متفقين على معاداة أهل البدعة ومهاجرتهم" [ایضاً:۲۲۷/۱]

اس کے بعد اُنہوں نے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ائمہ کرامؒ کے اس حوالے سے متعدد اَقوال ذکر کئے ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے بھی 'تلبیس ابلیس' (ص ۱۸، ۲۱) میں، امام لا لکائی

© rasailojaraid.com

ؒ نے 'شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ' میں، امام ابن بطہ نے 'الابانۃ' میں بھی اس حوالے متعدد اقوال درج کئے ہیں، جن کی تفصیل محولہ بالا مقامات پر دیکھی جاسکتی ہے۔اگر ایک ایک قول کو ذکر کیا جائے تو بحث طویل ہوجائے گی۔

صحابہ کرام سے تو صرف ایک حدیث کی مخالفت اور معارضت پر انکار اور ترکِ موالات معروف ہے۔ علامہ ابن قتیبہؒ نے 'المعارف' ص۵۵۰ میں اس کے متعلق متعدد واقعات ذکر کئے ہیں۔ علامہ بغویؒ کے علاوہ یہی بات علامہ ابن عبدالبر، علامہ نووی، علامہ شاطبی، اور حافظ ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے کہی ہے۔

البتہ یہاں یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے کہ تمام بدعات یکساں اور ان کے مرتکبین ایک جیسے نہیں۔ جو بدعات حدِ کفر تک پہنچتی ہیں، ان سے بہرنوع براءت کا اظہار ایمان کا تقاضا ہے۔البتہ جو بدعات اس سے کم تر ہیں، ان سے معاملہ بقدرِ بدعت ہونا چاہئے۔جیسا کہ پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے گزرا ہے کہ ایک آدمی میں جب خیر و شر، طاعت ومعصیت اور سنت و بدعت دونوں جمع ہوں تو اس سے بقدرِ خیر موالات اور بقدرِ شر ہی معادات اختیار کرنی چاہئے۔ (مجموع فتاویٰ: ج۲۸/ص۲۰۹،۲۱۰)

علامہ ابن ابی العزؒ نے بھی فرمایا ہے:

"الحب والبغض بحسب ما فيهم من خصال الخير والشر فإن العبد يجتمع فيه سبب الموالاة و سبب العداوة والحب والبغض فيكون محبوبًا من وجه ومبغوضًا من وجه والحكم للغالب"

(شرح الصغیر الطحاویہ ص۴۳۴)

یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام بدعتی اور داعی الی البدعہ کی روایت میں بھی فرق کرتے ہیں۔ بدعتی کی روایت تو قبول کرتے ہیں مگر داعی الی البدعت کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ حافظ ابن حجرؒ نے 'نخبۃ الفکر' میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"والثاني يقبل من لم يكن داعية على الأصح إلا أن روٰى ما يقوي بدعته فيردّ على المختار" (شرح نخبۃ الفکر: ص۱۳۷)

© rasailojaraid.com

بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس حوالے سے بڑی جامع بات فرمائی ہے:

"والتعزير لمن ظهر منه ترك الواجبات وفعل المحرمات كتارك الصلاة والتظاهر بالمظالم والفواحش، والداعي إلى البدع المخالفة للكتاب والسنة وإجماع سلف الأمة التي ظهر أنها بدع وهذا حقيقة قول السلف والأئمة أن الدعاة إلى البدع لاتقبل شهادتهم ولا يصلى خلفهم ولايؤخذ عنهم العلم ولا يناكحون فهذه عقوبة لهم حتى ينتهوا ولهذا فرقوا بين الداعية وغير الداعية، لأن الداعية أظهر المنكرات فاستحق العقوبة، بخلاف الكاتم، فانه ليس شرًا من المنافقين الذين كان النبي ﷺ يقبل علانيتهم ويكل سرائرهم إلى الله" [مجموع الفتاویٰ: ج۲۸/ص۲۰۵]

یہاں دو باتیں مزید غور طلب ہیں: ایک یہ کہ اگر مطلقاً بدعتی مردود ہوتا اور اس سے موالات کلیۃً ناجائز ہوتے تو داعی اور غیر داعی کے مابین یہ فرق بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ شیخ الاسلام نے جو فرمایا ہے کہ داعی الی البدعت کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، اس میں بھی قدرے تفصیل ہے۔ مامون، معتصم وغیرہ اُمراء جو صرف جہمی عقائد ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ جہمیت کے داعی بھی تھے اور اسی سبب سے اُنہوں نے امام احمد اور دیگر بہت سے محدثین کو اپنے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا، انہی کے بارے میں خود شیخ الاسلام نے فرمایا ہے:

''یہ جہمی حکام جو اپنی بدعت کے داعی اور علمبردار تھے اور اپنے مخالفوں کو قید و بند کی سزائیں دیتے اور اسے تب تک نہ چھوڑتے جب تک وہ یہ اقرار نہ کرلیتا کہ قرآن مخلوق ہے۔ مگر اس کے باوجود امام احمدؒ ان پر ترس کھاتے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ایسے ہیں جن کے لئے یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ وہ رسولؐ کی تکذیب کرنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اس کے لائے ہوئے دین سے انکاری ہیں بلکہ اُنہوں نے تاویل کی اور اس میں خطا کے مرتکب ہوئے اور جنہوں نے اُنہیں یہ کہا کہ ان کے مقلد ہوگئے۔ ایسے حکام اُمرا یا ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے نماز بالخصوص نمازِ جمعہ، عیدین اور حج کے دوران کی نمازیں درست ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ: ۲۳/۳۴۹)

حافظ ابن حزمؒ اس بارے فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

”وذهبت طائفة الصحابة كلهم دون خلاف من أحد منهم وجميع فقهاء التابعين كلهم دون خلاف من أحد منهم وأكثر من بعدهم وجمهور أصحاب الحديث وهو قول أحمد والشافعي وأبي حنيفة وداود وغيرهم إلى جواز الصلاة خلف الفاسق الجمعة وغيرها، وبهذا نقول وخلاف هذا القول بدعة محدثة فما تأخر قط أحد من الصحابة الذين أدركو المختار بن أبى عبيد والحجاج وعبيد الله بن زياد وجيش بن دلجة وغيرهم عن الصلاة خلفهم وهؤلاء أفسق الفساق وأما المختار فكان متهما في دينه مظنونا به الكفر“

(الفصل فى الملل والأهواء والنحل: ج۴/ص۱۷۶)

اور تقریباً یہی بات اُنہوں نے المحلی: ۲۱۴،۲۱۳/۳ میں بھی کہی ہے۔

ہم یہاں مزید تفصیل میں جانا نہیں چاہتے، تاہم یہ بات بہرحال ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ بدعتی کے پیچھے نماز کا جائز ہونا اور بات ہے مگر اُنہیں امام بنانا امر دیگر ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تقاضا ہے کہ اس کی بدعت پر انکار کیا جائے اور اس کی تعظیم وتکریم سے مقدور بھر اجتناب کیا جائے۔ لیکن اگر انکارِ منکر میں فتنہ کا خوف ہو یا دوسری جماعت کی کوئی سبیل نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ اسی تناظر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

”ولهذا كان الصحابة يصلون خلف الحجاج والمختار بن أبي عبيد الثقفي وغيرهما الجمعة والجماعة فإن تفويت الجمعة والجماعة أعظم فسادًا من الإقتداء فيهما بإمام فاجر“ (مجموع الفتاویٰ: ج۲۳/ص۳۴۳)

”یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام حجاج اور مختار بن ابو عبید ثقفی کے پیچھے نماز اور جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے کیونکہ نماز اور جمعہ کا فوت ہوجانا فاجر امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے زیادہ فساد کا کام ہے۔“

امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں:

”وعن ديننا أن نصلى الجمعة والأعياد وسائر الصلوات والجماعات خلف كل بر وفاجر لما روى عن ابن عمر أنه كان يصلى خلف الحجاج“ (الابانہ: ص۶۱)

© rasailojaraid.co

''ہمارے مذہب میں یہی ہے کہ ہم جمعہ،عیدین اور سب نماز میں ہر نیک وفاجر کے پیچھے پڑھ لیں، کیونکہ سیدنا ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔''

عموماً یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ بدعتی کی تو اپنی نماز قبول نہیں، اس کے پیچھے نماز کیونکر جائز ہوسکتی ہے،مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔قبولیت کے کئی مدارج ہیں،جن میں سب سے کم تر یہ کہ اس کی ادائیگی سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور وہ فی نفسہٖ صحیح ہوتا ہے۔

علامہ ابن ابی العزؒ نے فرمایا ہے کہ

"والفاسق والمبتدع صلاته في نفسها صحيحة فإذا صلى المأموم خلفه لم تبطل صلاته" (شرح عقیدہ طحاویہ:ص۳۷۵)

''فاسق اور بدعتی کی نماز فی نفسہا صحیح ہے اور اگر کوئی شخص ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی نماز بھی باطل نہیں ہوگی۔''

یادرہے کہ بدعتی بدعت مکفرہ کا مرتکب ہوتو اس کا کوئی عمل قطعاً مقبول نہیں ہے۔البتہ بدعتِ مکفرہ نہ ہوتو بدعتی کا عمل بدعت مردود ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے کہ «مَن أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو ردّ» [بخاری مع الفتح:۳۰۱/۵،۲۶۹۷] رہ گئے بدعتی کے دوسرے اَعمال تو اس کی قبولیت کے جو شرائط ہیں کہ وہ سنت کے مطابق ہوں اور اخلاص پرمبنی ہوں تو وہ اعمال مقبول ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کوئی بدعتی ہو یا فسق کا مرتکب ہوتو اس سے براءت بقدرِفسق و بدعت ہونی چاہیے۔ان سے سلام وکلام، بیمار پرسی، میل ملاقات کا علیٰ الاطلاق ترک سلف کے موقف و منہج کے موافق نہیں۔بدعت اگر حد کفر تک نہیں ہے تو وہ بدعتی مسلمان ہے اور سلام مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔

امام احمدؒ سے امام ابوداوٗدؒ نے پوچھا کہ خراسان میں ہمارے مرجئ عزیز واقارب ہیں، ہم انہیں خط لکھتے تو اُنہیں سلام لکھیں؟ انہوں نے فرمایا: "سبحان الله لم لا تقرئهم"(مسائل احمد بروایۃ ابی داوٗد:ص۲۷۶) البتہ اگر زجراً وتوبیخاً اور تادیباً انہیں سلام نہ کہا جائے تو اس کی بھی ائمہ کرام نے اجازت دی ہے۔بالخصوص جب کہ وہ بدعت کے مرتکب ہوں یا فاسق مسلمان

© rasailojaraid.com

فسق و فجور میں مبتلا ہوں۔ علامہ شاطبیؒ رقم طراز ہیں:

"الهجران و ترك الكلام والسلام حسبما تقدم عن جملة من السلف في هجرانهم لمن تلبس ببدعة" (الاعتصام:ج۱ص۱۷۵)

یہاں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ بدعتی ہو یا فاسق، ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی جو بعض اَسلاف سے ممانعت منقول ہے یا ان سے ترکِ سلام یا ترکِ عیادت کا ذکر آیا ہے تو یہ سب ان کے لئے زجر و توبیخ کے لئے ہے۔ یوں نہیں کہ ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے یا سلام کہنا اور عیادت کرنا جائز نہیں۔ جب بدعتی مسلمان ہے اور اسلام سے خارج نہیں تو وہ بہرحال رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مستحق ہے:

«حق المسلم على المسلم خمس: ردّ السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس» (صحیح بخاری:۱۲۴۰)

''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، دعوت قبول کرنا، جنازے میں جانا اور چھینک کا جواب دینا۔''

اور علامہ شاطبیؒ نے یہ صراحت کی ہے کہ بدعتی کی ترکِ عیادت زجر و توبیخ کے لئے ہی ہے، ان کے الفاظ ہیں:

"الثالث عشر ترك عيادة مرضاهم وهو من باب الزجر والعقوبة"

[الاعتصام:ج۱ص۱۷۷]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس حوالے سے 'منہاج السنۃ' میں بڑی طویل اور نفیس بحث کی ہے، فرماتے ہیں:

''اہل بدعت اور اہل فسق کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ بعض مطلقاً اس کی اجازت دیتے ہیں اور بعض بالکل منع کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز کی ممانعت اس لئے نہیں کہ خود ان کی نماز باطل ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بدعت کو ہوا دیتے ہیں، اس لئے وہ اس لائق ہیں کہ ان سے تعلق نہ رکھا جائے اور اُنہیں مسلمانوں کا امام نہ بنایا جائے۔ ان کی عیادت نہ کرنا اور جنازے کے ساتھ نہ جانا بھی اسی انکارِ منکر کے باب سے ہے۔ اور جب یہ عقوباتِ شرعیہ میں سے ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت کی

© rasailojaraid.com

قلت و کثرت اور سنت کے اظہار و اخفا کے لحاظ سے مختلف اَحوال کی بنا پر اس کا حکم مختلف ہے۔ اسی لئے کبھی تألیفِ قلب مشروع ہے اور کبھی ہجران و براءۃ مشروع ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نئے مسلمان ہونے والوں اور جن کے بارے میں فتنہ کا اندیشہ ہوتا تھا، ان سے تالیف وتعلق کا مظاہرہ فرماتے اور کبھی بعض ایمانداروں کی غلطی پر ان سے قطع تعلقی کا اظہار فرماتے، جیسا کہ تبوک سے پیچھے رہنے والے صحابہ کرامؓ سے کیا تھا۔ کیونکہ مقصد تو صحیح اُسلوب میں مخلوق کو اطاعتِ الٰہی کی دعوت ہے۔ اس لیے جہاں رغبت اصلاح کا ذریعہ ہے وہاں رغبت کا رویہ اور جہاں ڈرانا اور دھمکانا بہتر ہے، وہاں ڈرانا اور ہجر ہی بہتر ہے۔''

(منہاج السنہ: ۱/۶۳، ۶۵)

یہی بات اُنہوں نے ایک اور مقام پر فرمائی ہے۔ چنانچہ ان کے فتاویٰ میں ہے:

''یہ ہجر و ترک ہاجرین کی قوت وضعف اور قلت و کثرت کے لحاظ سے مختلف ہے۔ کیونکہ مقصد تو مہجورین کی تادیب ہے اور عوام الناس کو اس سے بچانا ہے۔ لہٰذا مصلحت اسی میں ہے کہ اگر ہجر و ترک شر وفساد کے ضعف کا باعث ہے تو وہاں ہجر مشروع ہے، لیکن ہاجر کمزور ہے اور ہجر و ترک شر کے اضافے کا باعث ہے تو مصلحت یہی ہے کہ وہاں ہجر مشروع نہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کیلئے تألیف ہی ہجر سے زیادہ سودمند ثابت ہوتی ہے اور بعض کیلئے ہجر تألیف سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کبھی دشمن سے قتال بہتر ہے اور کبھی جزیہ لینا بہتر ہوتا ہے۔ یہ سب مختلف احوال اور مصالح کے اعتبار سے ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ: ۲۸/ ۲۰۷)

اس لئے اہل بدعت ہوں یا اہل فسق ان سے ولاء و براء کا معاملہ انہی دینی مصالح کی اعتبار سے ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ انکارِ منکر میں کوئی اور منکر یا فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے۔

ہمارا یہ مقصد قطعاً نہیں کہ ولاء و براء کے اس اُصولی اور دینی پہلو میں سرد مہری کا مظاہرہ کیا جائے بلکہ عامۃ الناس جو اس کی نزاکت سے بے خبر ہیں، اُنہیں بہرنوع اس سے خبردار کرنا چاہئے کہ وہ مبتدع کی مجلس کی زینت نہ بنیں اور ''من كثر سواد قوم فهو منهم'' کا مصداق نہ بنیں۔ امام سفیان ثوری نے اس بارے میں بڑی معنی خیز بات فرمائی ہے جو عوام کے لئے نہیں، خواص کے لئے بھی ہے:

''من جالس صاحب بدعة لم يسلم من إحدٰى ثلاث: إما ان يكون فتنة

© rasailojaraid.com

لغيره وإما أن يقع في قلبه شيء فيزل به فيدخله الله النار، وإما أن يقول والله ما أبالي ما تكلموا وإني واثق بنفسي فمَن أمن الله على دينه طرفة عين سلبه إياه" (البدع والنهي عنها لابن وضاح:ص۴۷)

جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا رہا، تین صورتوں سے وہ بچ نہیں سکتا: یا تو وہ دوسروں کے لئے باعثِ آزمائش بنے گا (کہ لوگ خیال کریں گے کہ فلاں بدعتی تو اچھا شخص ہے، یا وہ شخص خود اپنے دل میں شک وشبہ کا شکار ہوکر گمراہ ہوجائے گا اور آگ کا ایندھن بنے گا۔ یا وہ یوں کہے گا کہ میں بدعتی کی باتوں کی پروانہیں کرتا، مجھے تو اپنے ایقان پر اعتماد ہے۔"

البتہ وہ متبحر اہل علم ان مبتدعین کے پاس بیٹھ سکتے ہیں جو اُنہیں صراطِ مستقیم کی دعوت دیں اور ان کے شبہات کا اِزالہ کرسکیں یا ان کے ماننے میں کوئی اور مصلحت سمجھیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ بھی بالکلیہ ان سے اپنا ناطہ توڑ لیتے ہیں تو اُنہیں صراطِ مستقیم کی رہنمائی کون کرے گا۔

## مسلمانوں سے محبت وقربت: الولاء

کفار، مبتدعین اور فساق کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ محبت و اُلفت کا اظہار بھی ایمان کی علامت ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (التوبہ:۷۱)

"مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:۱۰)

"تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اسی طرح ارشاداتِ نبویؐ ہیں:

«لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا» (صحیح مسلم:۱۹۴)

"تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔"

- «لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه» (صحیح بخاری:۱۴)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

- عرشِ الٰہی کے سائے تلے افراد میں سے وہ دو آدمی بھی ہیں:

«رجلان تحابّا في الله اجتمعا عليه وتفرّقا عليه»

(صحیح بخاری:٦٦٠،صحیح مسلم:٢٣٨٠)

''جو اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اور اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اس پر جدا ہوتے ہیں۔''

- «قال الله أين المتحابّون فی جلالي لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء» (سنن ترمذی:٢٣٩٠،البانی اس کو صحیح کہا ہے)

''(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔میرے لیے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج ان کے لیے نور کے منبر ہیں، انبیاء کرام اور شہداء عظام بھی ان کی شان پر رشک کریں گے۔''

- «لا تقاطعوا ولا تدابروا ولاتباغضوا ولاتحاسدوا وكونوا عبادالله إخوانا» (صحیح بخاری:٦٠٦٤)

''آپس میں قطع تعلقی نہ کرو اور نہ دشمنی رکھو اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے حسد کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

- «ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث» (ایضا:٦٠٦٤)

''کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔''

- «فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار» [ابوداؤد:٤٩١٤]

''جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑ دیا اور وہ اسی دوران مر گیا تو آگ میں داخل ہوگا۔''

- «المسلم أخوالمسلم لا يظلمه ولا يسلمه [إلى عدوّه] ولا يحقره ولا يخذله» (صحیح مسلم:٦٥٤١)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے نہ اس کو حقیر جانتا ہے اور نہ ہی اسے ذلیل کرتا ہے۔''

- «لاتحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض وكونوا عبادالله إخوانًا» (صحیح مسلم:٦٥٤١)

''آپس میں حسد نہ کرو، بولی پہ بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو، اور نہ ہی کوئی شخص کسی شخص کی بیع پر بیع کرے۔اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔''